ایمان اور محبّت[1]

عبد الحمید صدّیقی

محبّت، رضا سے معناً خاص تر اور اثرات کے اعتبار سے عمیق تر ہے۔ آدمی بسا اوقات کسی چیز یا شخص سے راضی ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ گہرا قلبی تعلق نہیں رکھتا۔ یہی قلبی تعلق رضا اور محبت کے فرق کو واضح کرنے والی چیز ہے۔ محبت روحِ موجودات، اکسیرِ قلوب اور رجانِ امن و سلامتی ہے۔ جس طرح قانونِ کشش کے تحت یہ کرۂ خاک، دیگر سیارے اور افلاک اپنی اپنی جگہ پر قائم ہیں اِسی طرح جذبۂ محبت تعلقاتِ انسانی کو خراب ہونے یا تصادم کی صورت اختیار کرنے سے بچاتا ہے۔ محبّت کی قدر و قیمت انسان اچھی طرح سمجھتا ہے اور وہ جو کسی نے کہا ہے کہ اگر محبت منصبِ سیادت پر فائز ہو جائے تو دنیا کو نہ عدل کی ضرورت رہے نہ قانون کی۔ اِس سے محبت کی قدر و قیمت کا صحیح اظہار ہوتا ہے۔ مولانا رومیؒ نے محبّت کے اثرات کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں "محبت تلخ کو شیریں، مٹی کو سونا، کدورت کو صفا اور درد و الم کو شفا میں تبدیل کر دیتی ہے۔ محبت تکلیف کو نعمت، قہر کو رحمت اور زنداں کو جنت بنا دیتی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو لوہے کو نرم کرتی ہے، پتھر کو پگھلا دیتی ہے اور تنِ مُردہ میں حیاتِ تازہ پھونک دیتی ہے۔" مشہور صحافی اور ادیب استاذ محمد زکی عبد القادر نے تمثیل کے پیرائے میں نفسانی رجحانات کا تذکرہ بدیں الفاظ کیا ہے "مَیں نے دور وسطِ بحر میں کچھ روشنیاں دیکھیں جیسے درخشاں ستارے ہوں اور خواہش کی کہ مجھے بھی مستقبل میں ایسا ہی چراغِ ہدایت میسّر ہو اور ہم میں سے کون ہے جو اپنے مستقبل کو تابناک ستارے کی چمک سے محروم دیکھنا چاہتا ہے۔ تابناک ستارہ آنے والے دَور میں رہنمائی کے لیے ــ بھلا وہ کیا ہو سکتا ہے؟ کیا حکمت و فلسفہ؟ مگر وہ کلامِ خشک کے علاوہ ہمیں کیا دے سکتا ہے؟ کیا حذر و احتیاط؟ مگر اس کے پاس ایک خوفِ مسلسل کے سوا اور ہے کیا؟ کیا عمل؟ مگر وہ تو اپنے دامن میں تعب اور مشقت ہی رکھتا ہے۔ یا پھر مال و دولت؟ نہیں وہ بھی نہیں وہ تو ان سب کا مجموعہ ہے۔ خوف، احتیاط، محنت، مصیبت۔ تو پھر مستقبل کا نجمِ تابندہ کسے قرار دیں؟ کیا محبّت؟ ہاں ہاں بلاشبہ یہی وہ منفرد جوہر ہے جو ہمیں امن و امان اور سلامتی و عافیت

[1] یہ مضمون شیخ یوسف القرضاوی کی کتاب الحیاۃ والایمان کے ایک باب سے ماخوذ ہے۔

سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ محبت، ہر چیز سے محبت، ہر انسان سے محبّت، ہر نعمت سے ہی نہیں ہر مصیبت سے بھی محبت۔ نعمت سے محبت جنگ وجدال کی گرمی کو کم کر دیتی ہے۔ اور مصیبت سے محبت اُس کا مقابلہ کرنے کی تاب و توانائی عطا کرتی ہے۔ کیا جملہ موجودات سے اِس نوعیت کی محبت کوئی کر سکتا ہے؟ کوئی نہیں۔ سوائے اُس شخص کے جس کے دل میں بشاشتِ ایمان گھر کر چکی ہو۔ ایمان ہی مصفّا اور مدام محبت کا خزانہ ہے۔ اور صرف مومن ہی خدا کی پیدا کردہ ہر چیز سے محبت کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ زندگی اور موت سے بھی۔

اللہ تعالیٰ کی محبت: ایمان سب سے پہلے انسان کے دل میں اللہ کی محبت پیدا کرتا ہے۔ وہ اللہ جو خلق و امر کا نقطۂ آغاز اور ایجاد و امداد کا مصدر ہے۔ جو خود جمیل ہے اور جس کی پیدا کردہ ہر چیز حسن و جمال کی آئینہ دار ہے۔ جو خود کامل و مکمل ہے اور جس کے مظاہرِ کمال، ذراتِ خاک سے لیکر سیارگانِ نور تک ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اور ہر تشنۂ کمال اُسی کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہے۔ مومن اس لیے بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے کہ لُطف و احسان کا سر چشمۂ اصلی وہی ہے۔ اور اپنے محسن سے محبت کرنا عین اقتضائے فطرت ہے۔ پھر سب سے بڑے محسن سے تو سب سے زیادہ محبت ہونی چاہیے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً ط (لقمان: ۲۰)	کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمان کی ساری چیزیں تمہارے لیے مسخر کر رکھی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی ساری نعمتیں تم پر تمام کر دی ہیں۔

صاحبِ ایمان پر اللہ تعالیٰ کے جو اَن گنت احسانات ہیں ان کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات، اپنے اہل و عیال، اپنے والدین اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اللہ کی کتاب سے محبت کرتا ہے۔ جو نوعِ انسانی کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتی ہے۔ اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے جو رحمۃ للعالمین ہیں۔ اور ہر اُس انسان سے محبت کرتا ہے جو صاحبِ خیر و صلاح ہے کہ ان سب سے محبّت تقاضائے ایمان ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَاجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔

جملہ موجودات سے محبت: اِس عالمِ مادی سے بھی مومن کا تعلق عداوت و نفرت کا نہیں بلکہ محبت کا تعلق ہے کیونکہ یہ عالم اُس کی نظر میں اللہ کی آیات کا ایک گنجینہ ہے۔ اُسے اِس عالم کی کوئی چیز بھی عبث اور فضول نظر نہیں آتی۔ وہ ہر شے میں کمال درجے کی حکمت و دانائی، حیرت انگیز توازن و تناسب اور بے نظیر تقدیر و تقسیم کا اہتمام دیکھتا ہے۔ وہ کھلی آنکھوں سے جب اس عالمِ طبیعی کا مشاہدہ کرتا ہے تو یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہتا کہ ایک طرف اگر

ہر چیز ذاتِ حق کی تسبیح و تحمید کر رہی ہے تو دوسری طرف خود انسان کے لیے مسخر ہو کر بزبانِ حال اسے خلافتِ ارضی کا اہل تسلیم کرتی ہے۔ ایسے عالم کو جس کا ذرہ ذرہ عظمتِ آدم کو خراجِ اطاعت پیش کر رہا ہے، مومن نظرِ حقارت کیوں دیکھے اور کیوں اس کی تباہی و بربادی کا خواہاں ہو۔

پھر یہ دُنیا اختلافِ احوال اور تغیّر و تنوع سے عبارت ہے۔ اس کے تنوع اور تغیّر کو بعض لوگ پسند نہیں کرتے۔ اور رات اور دن کے اختلاف سے الٰہِ خیر کے ساتھ ساتھ ایک الٰہِ شر کے وجود کا یقین کر لیتے ہیں جبکہ مومن ظلمت و نور کے تسلسل کو اللہ کی ایک بڑی نعمت اور اس کی توحید کی ایک بہت بڑی نشانی قرار دیتا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (القصص ۲۸: ۷۲-۷۳)

(اے نبیؐ) ان سے کہو، کبھی تم لوگوں نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لیے دن طاری کر دے تو اللہ کے سوا وہ کونسا معبود ہے جو تمھیں رات لا دے تاکہ تم اس سے سکون حاصل کر سکو۔ کیا تم کو سُوجھتا نہیں؟ یہ اُس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم (رات میں) سکون حاصل کر سکو اور (دن کو) اپنے رب کا فضل تلاش کرو، تاکہ تم شکر گزار بنو۔

یوں اس عالمِ طبعی کے اختلافِ شب و روز کو ایک مومن جب اپنے لیے مفید اور سازگار پاتا ہے تو اُسے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ آب و گل کے اِس جہان سے محبت نہ کرے۔

افلاک کے مسخر شدہ سیارے اور زمین کے منفعت بخش خطے تو ایک طرف رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بعض اُن مقامات کو بھی اپنی محبت اور پسندیدگی کی سندِ عطا کی جہاں سے ظاہر بیں لوگ شگون بد لے سکتے تھے! امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ بن مالک، خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جب آپ خیبر گئے تو میں بھی بغرضِ خدمت آپ کے ساتھ تھا۔ واپسی پر آپ کو جبلِ اُحد نظر آیا تو آپؐ نے فرمایا: هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ۔ یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور اس سے ہم بھی محبت کرتے ہیں۔ غور فرمایئے کہ اس پہاڑ کی وہ کیا خصوصیت تھی جس کی بنا پر اس سے محبت کا ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس کے دامن میں لشکرِ اسلام کو شکست ہوئی تھی۔ رسولِ پاک خود زخمی ہو گئے تھے۔ اور ستّر کے لگ بھگ صحابہ کرام شہید ہو گئے تھے۔ اس ہزیمت کے باوجود محبت کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ اسی خطۂ زمین کے پہلو میں مسلمانوں کو یہ سبق دیا گیا تھا کہ خدا و رسول کی اطاعت کے بغیر دنیا و عقبیٰ میں کامیابی

محال ہے۔ نصرتِ الٰہی حاصل نہ ہو تو محض ساز و سامان اور افراد کی طاقت اہلِ حق کو سربلند نہیں کر سکتی۔ پس مومن جب روئے زمین و اوجِ افلاک پہ ہر جگہ خدا کی آیات موجود پاتا ہے تو کائنات کے گوشے گوشے سے محبت کرنا یقینی ہو جاتا ہے۔

زندگی سے محبت مومن زندگی سے بھی محبت کرتا ہے۔ وہ اسے گناہ سمجھتا ہے نہ جرم اور نہ دنیا میں آنے پر والدین کو کوستا ہے، نہ خدا کو۔ وہ حیاتِ دنیا کو اللہ تعالیٰ کی ایک امانت اور نعمت سمجھتا ہے جس کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ حدیثِ نبوی ہے خیر الناس من طال عمرہٗ وحَسُنَ عملہٗ "خیر و سعادت سے سب سے زیادہ بہرہ ور وہ شخص ہے جس نے لمبی عمر پائی اور جسے اچھے کام کرنے کی توفیق ملی"۔ ایک اور حدیث میں ہے "تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے۔ اور نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے۔ کیونکہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اُس کی مہلتِ عمل ختم ہو جاتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مومن کے لیے عمرِ رواں خیر میں اضافہ ہی کا سبب ہوتی ہے۔ ایک اور مقام پر عمومی طور پر فرمایا "تم میں سے کوئی موت کی خواہش نہ کرے۔ کیونکہ اگر وہ نکوکار ہے تو ہو سکتا ہے اُس کی نیکی میں اضافہ ہو جائے اور اگر وہ غلط کار ہے تو ممکن ہے آنے والے وقت میں اُسے توبہ و انابت الی اللہ کی توفیق مل جائے"۔ ان ارشاداتِ رسولؐ سے ثابت ہوتا ہے کہ زندگی کو بہر صورت خیر ہی پر محمول کرنا چاہیے اور ایک صاحبِ ایمان کے لیے تو یہ فی الحقیقت سراپا خیر ہی ہے۔

موت سے محبت مومن زندگی سے محبت اس لیے نہیں کرتا کہ دنیا کے ادنیٰ لذائذ و منافع سے وہ متمتع ہو رہا ہے۔ بلکہ اس لیے کرتا ہے کہ یہاں اسے حقوق اللہ ادا کرنے کا موقع ملتا ہے جس کے نتیجے میں موت کی سرحد پار کرتے ہی وہ اپنے رحیم و شفیق پروردگار سے ملاقات کی نعمت پاتا ہے۔ ایسی صورت میں بھلا وہ موت سے کیوں گھبرائے گا۔ وہ موت جس سے دیدارِ الٰہی نصیب ہو سکتا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جب ابنِ ملجم نے مہلک وار کیا تو آپ کی زبان فیض ترجمان سے یہ الفاظ نکلے: "فُزْتُ بربِّ الکعبہ" رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ ایسے مواقع پہ کوئی بات بنائی نہیں جا سکتی۔ بلکہ بے اختیار اُس حقیقت کا اظہار ہو جاتا ہے جو انسان کے دل و دماغ اور رگ و پے میں سرایت کر چکی ہو۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقتِ وفات آیا تو اُن کی اہلیہ محترمہ کی چیخیں نکل گئیں اور "واکرباہ واکرباہ" (ہائے مصیبت) کہنے لگیں۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمانے لگے "واطرباہ! واطرباہ!" (واہ واہ) کیوں نہیں کہتی۔ وفات کے فوراً بعد میں اپنے پیاروں سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ محمدؐ رسول اللہ سے اور ان کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حضرت

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب ایران و روم کے سپہ سالاروں سے خط و کتابت کرتے تو انہیں لکھتے "اسلام قبول کر لو۔ سلامتی پاؤ گے۔ بصورتِ دیگر میں تمہاری طرف ایک ایسی فوج روانہ کروں گا جو موت سے اتنی ہی محبت کرتی ہے جتنی محبت تم حیاتِ دنیا سے کرتے ہو۔

ابنائے نوع سے محبت: اہلِ ایمان تمام لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے بندے اور آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے میں سب یکساں ہیں۔ سب ایک دوسرے سے رحم و نسب کے رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔ سب کا مقصدِ حیات (خدا کی بندگی و عبادت) ایک ہے اور ایک ہی سب کا دشمن ہے یعنی شیطان۔ اس ہمہ گیر اشتراک کا تقاضا ہے کہ عالمِ انسانیت سے تعلقاتِ محبت استوار کیے جائیں۔ ان تعلقاتِ محبت کو استوار کرنے کے لیے اسلام نے توحید، رسالت اور اخوتِ انسانیت کے عقاید دیئے ہیں۔ امام احمدؒ اور ابو داؤدؒ نے حضرت زیدؓ بن ارقم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللھم ربنا و رب کل شیءٍ و ملیکہ انا شھید انک الرب وحدک لا شریک لک اللھم ربنا و رب کل شیءٍ انا شھید ان محمداً عبدک و رسولک: اللھم ربنا و رب کل شیءٍ انا شھید ان العباد کلھم اخوۃ۔

"اے اللہ ہمارے اور ہر چیز کے پروردگار اور بادشاہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اکیلا ہی پروردگار ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں۔ اے اللہ ہمارے اور ہر چیز کے پروردگار میں گواہ ہوں کہ محمد تیرا بندہ اور رسول ہے اے اللہ ہمارے اور ہر چیز کے پروردگار میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ تمام بندے بھائی بھائی ہیں"۔

سرورِ کونین کے ان دعائیہ کلمات سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ نوعِ انسان کی اخوت و محبت کوئی ضمنی حیثیت رکھنے والا مسئلہ نہیں بلکہ توحید و رسالت جیسے بنیادی عقائد کی طرح بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

رنگ، نسل، زبان اور علاقائی بنیاد پر قائم ہونے والے تمام امتیازات بھی اسلام نے اسی لیے کالعدم قرار دیئے ہیں کہ ان کے موجود رہتے ہوئے نوعِ انسانی میں تفرقہ کے رجحانات تو پیدا ہو سکتے ہیں محبت کے جذبات نہیں۔ اسلام کا یہ نظریہ کہ کلکم من آدم و آدم من تراب "تم میں سے ہر ایک کا باپ آدم ہے اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے"، ایک طرف اگر اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ انسانوں میں اونچ نیچ اور ذات پات کے تصورات منافیٔ اسلام ہیں تو دوسری طرف محبتِ نوع کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے۔

خدا کی مخلوق ہونے کی حیثیت سے اپنے ابنائے نوع سے محبت، ایک مومن کی نظر میں کیسا کچھ مستلزم

اور مؤکد امر ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اسلام میں من حیث الکل تمام انواعِ مخلوقات کا احترام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مفید اور ضروری قسم کے جانوروں سے ہی نہیں، وحوش و طیور، حشرات الارض حتیٰ کہ نجس اور پلید جانوروں تک سے حسنِ سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔ کسی ذی روح کو مزے لے لے کر اور تڑپا تڑپا کر مارنا جائز نہیں، چاہے وہ کتنا ہی مہلک اور ضرر رساں کیوں نہ ہو۔ کسی حلال جانور کو خدا کا نام لے کر بھی کند چھری سے ذبح کرنا ممنوع ہے۔ کسی چوپائے کو بھوکا پیاسا رکھنا ناجائز ہے۔ بلا ضرورت کسی درخت کی شاخ تک کاٹنا پسندیدہ نہیں، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر کتے خدا کی تخلیق میں ایک نوع نہ ہوتے تو میں ان سب کو قتل کرنے کا حکم دے دیتا"۔ یہ ارشادِ رسولؐ اور جانوروں سے متعلق دیگر احکامِ اسلام ہمیں یہی سکھاتے ہیں کہ خدا کی تمام مخلوقات کے لیے ہمارے دل میں احترام، محبت اور رحم کے جذبات پیدا ہوں۔ اس کے بعد انسانوں سے محبت کرنا کتنا ضروری ہے کچھ زیادہ محتاجِ وضاحت نہیں رہتا۔

مومن کا سینہ حسد و بغض سے پاک ہوتا ہے محبت کا سب سے پہلا اثر جو مومن کا دل قبول کرتا ہے وہ حسد و بغض سے بیزاری ہے۔ اس کے نورِ ایمان سے منور سینے میں بدی و بدخواہی کی تاریکی کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ وہ بہرحال خیر کا طالب ہوتا ہے اپنے لیے بھی اور دوسرے تمام لوگوں کے لیے بھی۔ وہ جو خدا سے بھی راضی ہوتا ہے اور مخلوق سے بھی محبت کرتا ہے، اس کے عقیدۂ رضا و محبت میں آخر حسد و بغض کس طرف سے داخل ہو سکتے ہیں۔ وہ کسی کو خوشحال و کامراں دیکھ کر حسد کرے تو کس بنیاد پر؟ کیا خدا کی تقسیمِ رزق پر معترض ہو، یا اس انسان کی تباہی و بربادی کا خواہاں؟ مگر یہ دونوں کام اس کے دین و ایمان سے مغایرت رکھتے ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے "اے ابنِ آدم تو اپنے بھائی سے حسد کیوں کرتا ہے۔ اللہ نے جو کچھ اسے دیا ہے اگر وہ اُس کا فضل و کرم ہے تو تو ایسے آدمی پر حسد کیوں کرتا ہے جس کی عزت و تکریم کا خود خدا متمنی ہے۔ اور اگر وہ خدا کا فضل و کرم نہیں کچھ اور ہے تو تجھے اُس کے دوزخ کی طرف جانے پر حسد کیوں ہے"؟ ابنِ سیرینؒ نے فرمایا "میں نے دنیا کے مال و متاع کو دیکھ کر کسی آدمی پر کبھی حسد نہیں کیا۔ اگر وہ اہلِ جنت میں سے ہے تو اس کی دنیوی آسودگی سے حسد کرنا فضول ہے کہ جنت کے مقابلے میں دنیا کی حقیقت ہی کیا ہے۔ اور اگر وہ دوزخ کا ایندھن بننے والا ہے تو اس بدنصیب کے اس انجام کا خیال کر کے میں اُس کی دنیا پر کیسے حسد کر سکتا ہوں؟

یہی حال بغض اور کینے کا ہے۔ وہ اہلِ ایمان جو معاف کرنے میں لذت محسوس کرے جو انتقام پر قادر ہو اور بدلہ لینے کا حق رکھتا ہو مگر نہ لے۔ جس کی نظر میں بغض رکھنا اللہ کی رحمت سے دور رہنا ہو۔ وہ کسی کا

بُرا کیوں چاہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر سوموار اور جمعرات کو انسانوں کے اعمال بارگاہِ الٰہی میں پیش کیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُسی دن ہر اُس شخص کی مغفرت فرما دیتے ہیں جو شرک نہ کرتا ہو۔ سوائے اُن دو حضرات کے جو باہم بغض میں مبتلا ہوں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے اعمال کا بار ان پر ہی رہنے دو تا آنکہ یہ دونوں آپس میں صلح کر لیں۔" آپؐ نے یہ بھی فرمایا "اُس وقت تک مومن کا ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی شے پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اور جب تک اپنے بھائی کے لیے اُس چیز کو ناگوار نہ سمجھنے لگے جسے وہ اپنے لیے ناگوار محسوس کرتا ہے۔" اِن احادیثِ پاک میں جن محاسن کو سمویا گیا ہے کیا جذبۂ محبت کے بغیر عملی زندگی میں انہیں فروغ دیا جا سکتا ہے۔ اور یہ جذبہ انسان کے دل میں ایمان کی بدولت ہی پرورش پاتا ہے۔

ایثار و قربانی، اہلِ ایمان کی خصوصیت ہے محبت کا بلند ترین درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات پر اپنے بھائی کو ترجیح دے۔ اور اس کی ضرورت کو مقدم سمجھے۔ وہ خود بھوکا پیاسا رہ لے لیکن اپنے بھائی کی شکم سیری کا اہتمام کرے۔ خود مشقت اٹھا لے مگر اپنے بھائی کے لیے راحت کا سامان ہی مہیا کرے۔

مگر محبت کا یہ بلند کردار اسی وقت سامنے آتا ہے جب اُس کے پیچھے ایمان کی طاقت موجود ہو۔ مکہ اور عرب کے دیگر مقامات سے خدا اور اس کے رسول پہ ایمان رکھنے والے مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہیں۔ مال و اسباب سے لدے ہوئے نہیں بلکہ لُٹے پِٹے یہ راہِ حق کے راہی جب مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تو انصار انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ اس وقت رسولِ پاک نے مہاجرین کی بحالی کا مسئلہ اس طرح حل کیا کہ ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی قرار دے دیا۔ اس مواخات کے بعد انصار نے مہاجرین کو رہنے کے لیے اپنے مکانات دیئے، کام کاج کے لیے اپنے وسائل مہیا کیے۔ اپنی زمینوں اور اپنے اثاثوں کی پیش کش کی۔ اور یک دل و یک جان ہو کر گذر بسر کرنے لگے۔ غور فرمایئے اس ایثار و قربانی اور اخوت و محبت کی بنیاد کیا چیز تھی؟ کیا کوئی خون کا تعلق؟ نہیں۔ کیا رنگ، زبان اور علاقے کا اشتراک؟ نہیں۔ یہ عرب اور بیرونِ عرب سے تعلق رکھنے والے لوگ جن میں سیاہ فام بھی تھے سفید فام بھی قریشی بھی اور اوس و خزرج کے قبائل کے لوگ بھی۔ کوئی شمالی عرب کا باشندہ تھا تو کوئی جنوبی عرب کا بعض یمنی اور حجازی تھے تو بعض رومی اور فارسی۔ بہت سے غریب تھے اور کئی ایک امیر۔ تاجر پیشہ بھی تھے کاشتکار بھی اور ایک بڑی تعداد اُجرت پہ کام کرنے والوں کی بھی تھی۔ اِن میں قدرِ مشترک صرف ایک چیز تھی ــــــ ایمان ــــــ اور اسی کے نتیجے میں اخلاص و ایثار کا یہ بے نظیر مظاہرہ ہوا کہ رسول اللہ نے فرما دیا تم سب بھائی بھائی ہو اور وہ بھائی بھائی بن گئے، حقیقتاً بھائی۔ دنیا کے

بھائیوں سے زیادہ گہرے اور ایثار پیشہ بھائی ۔ ہر ایک محبت کا پیکر اور اخوت کا مجسمہ ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور سعدؓ بن ربیع خزرجی کے درمیان تعلقِ اخوت قائم کر دیا۔ سعد مجھے گھر لے گیا اور کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ یہ لیجیے میرا نصف مال حاضر ہے اور دیکھیے میری دو بیویاں ہیں ان میں سے جس کو پسند کرو۔ آپ کے لیے اس سے جدائی اختیار کر لیتا ہوں۔ حلال ہونے پر آپ اس سے نکاح کر لیں۔ اس مخلصانہ ایثار کا جواب حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں میں نے یہ دیا کہ اللہ آپ کے گھربار اور مال و دولت میں برکت دے یہ سب کچھ آپ اپنے ہی پاس رکھیں، مجھے صرف بازار کا راستہ بتا دیں تاکہ تجارت کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انصار کے بے پناہ ایثار کو سراہتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر: ۹)

(اور یہ اموالِ فے) اُن لوگوں کے لیے بھی ہے جو مہاجرین کی آمد سے پہلے ایمان لا کر دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ اُن لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں۔ اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اُس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔

محبت کے زیرِ اثر بغض و کراہت کا وجود اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر انسان میں جذبۂ محبت کے علاوہ بغض کا بھی کچھ نہ کچھ عنصر ضرور موجود ہوتا ہے۔ اور وہ کسی نہ کسی صورت میں خروج کے راستے تلاش کرتا رہتا ہے۔ ایمان نے جذبۂ محبت کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ بغض و کراہت کے منفی جذبات کو بھی مثبت مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کیا ہے۔ اور یوں منفی جذبات کے خروج کے لیے خود راستہ مہیا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں: اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا "شیطان تمھارا دشمن ہے اُسے دشمن ہی سمجھو"۔ مزید فرمایا: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ "۔ اور جن لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔ ان شیطان کے ساتھیوں سے خوب جنگ اور قتال کرو (النساء: ۷۶) مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے خلاف بغض رکھنا ہے تو شیطان سے رکھو، اُس کے حواریوں سے رکھو اور ان سے جنگ بھی کرو لیکن کسی خدا کے پرستار اور صداقت کے علمبردار سے نہیں۔ یہاں یہ امر واضح رہے کہ شیطان یا اس کے کسی پیرو سے بھی بغض بحیثیت ایک شخصیت کے جائز نہیں۔ نہ کسی عصبیت کے زیرِ اثر درست ہے۔ بغض اس کی گمراہی و ضلالت سے ہو۔ اُس کے

دجل و فریب سے ہو۔ وہ راہِ راست سے روکے اور حق سے منحرف کرے تو پھر ہو۔ یہی مفہوم ہے اُس حدیثِ نبوی کا جس میں آپؐ فرماتے ہیں: "جس نے اللہ کے لیے محبت کی، اللہ کے لیے بغض رکھا، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روکا اُس نے اپنے ایمان کی تکمیل کرلی۔

مذکورہ بالا گذارشات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عقیدۂ اسلام پہ ایمان رکھنے والا ہی دراصل اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے۔ زندگی اور موت اور تقدیر کے خیر و شر سے محبت کرتا ہے۔ تمام انسانوں سے اور جملہ موجودات سے محبّت کرتا ہے اور اگر کسی چیز کی طرف سے اُس کے دل میں کراہت پیدا ہوتی ہے یا کسی کے خلاف وہ بغض رکھتا ہے تو وہ بھی یا تو رحمت و شفقت ہی کی بنا پر ہوتا ہے یا شیطان جیسی خیر سے یکسر عاری مخلوق سے متعلق۔ محبت کا یہ وسیع مفہوم صرف ایمان کا پیدا کردہ ہے۔ اور آدمی کے ایمان کی دلیل بھی۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے: "اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگے جب تک باایمان نہ بن جاؤ۔ اور تم کبھی باایمان نہیں بن سکتے جب تک آپس میں محبّت نہ کرو۔

اِدارۂ ترجمان القرآن نے

اسلامیات کے طلباء اور علمی ذوق رکھنے والوں کے لیے

تفہیم القرآن کے اجزاء **سُورۃ الحجرات، وسُورۃ لقمان**

کو علیحدہ علیحدہ کتابی شکل میں شائع کیا ہے

سُورۃ الحجرات، تیسرا ایڈیشن سائز ۱۸×۲۳/۸ صفحات ۵۶ آفسٹ سفید کاغذ قیمت ۸۰-۱

" لقمان، دوسرا ایڈیشن " " ۴۰ " " " ۵۰-۱

آپ اپنے قریبی بک سٹال سے حاصل کریں یا ادارہ کو تحریر فرمائیں

ناظم اِدارۂ ترجمان القرآن اچھرہ لاہور